بند دروازوں کے پار
از زین علی
Mysterious Horror Story

Book : Band Darwazon Ke Paar

Author : Zain Ali

Genre : Afsana, Mysterious Horror Story

NOVEL IN URDU

بند دروازوں کے پار

زین علی

چھوٹے سے لونگ روم میں کچھ سامان ڈبوں میں پیک تھا اور کچھ سامان پرانی اخبار میں لپٹا پڑا تھا۔ وہ اس فلیٹ میں چار سال سے رہ رہا تھا لیکن فلیٹ کا مالک اسے کسی اور کو فروخت کر رہا تھا۔ اس لئے اسے یہاں سے جانا پڑ رہا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ یہ گھر وہ خرید لے لیکن اسکے پاس اتنی رقم نہیں تھی کہ اپنے گھر کو اپنے لئے خرید سکے۔ اسکے پاس تھوڑا سا ہی سامان تھا۔ جو اس نے چند گھنٹوں میں اکیلے ہی پیک کر لیا تھا۔

NOVEL IN URDU

دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔

وہ آس پاس پھیلے سامان کے درمیان سے گزرتا ہوا دروازے تک آیا اور دروازہ کھول دیا۔

"کیا یار فریاد تم نے مجھے بتایا تک نہیں۔" اس نے دروازہ کھولا تو اسکا دوست شاہزیب اندر چلا آیا۔

"میں مدد ہی کر دیتا تمہاری۔۔۔ مجھے کال ہی کر لیتے ایک۔"

شاہزیب اسکا ہم عمر تھا۔ سفید رنگت اور اونچے قد والا جوان لڑکا۔

"نہیں یار تھوڑا سا ہی تو سامان ہے۔ میں نے خود ہی آرام سے کر لیا پیک سب۔" وہ سکون سے بولا۔

فریاد گندمی رنگت والا درمیانے قد کا جوان لڑکا تھا۔

شاہزیب نے مڑ کر اسے دیکھا۔ "کیا ہوا ہے۔اس فلیٹ کو چھوڑنے کا دل نہیں کر رہا نا۔" وہ بولا۔ "اس سے بھی اچھی جگہ ملے گی یار۔"

" مجھے اس سے اچھی نہیں چاہیئے۔مجھے بس اپنا گھر چھوڑتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا ہے۔" وہ آگے بڑھا اور اخبار میں لپٹی کرسی پر بیٹھ گیا۔ "میں نے کتنے پیار سے اس گھر کو سجایا تھا۔"

"فکر مت کر ہم تیرے ابا کے گھر کو بھی اسی طرح سجائیں گیں۔" شاہزیب بھی سامنے کرسی رکھ کر بیٹھ گیا۔ "ویسے ابا کے علاوہ اس گھر میں کون کون ہے؟"

"ابا ہیں اور انکا ایک بیٹا۔" فریاد نے بتایا۔ "انہوں نے مجھے بلایا تھا ساتھ رہنے کیلئے اور اب جبکہ میں بے گھر ہوں تو وہاں جا رہا ہوں۔"

"اچھا۔۔۔میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔۔۔کچھ دن تمہارے ساتھ رہوں گا وہاں۔"

وقتاًفریاد کے موبائل کی گھنٹی بجی۔

"ہاں جی آجائیں۔" اس نے موبائل کو کان سے لگا کر کہا۔ "جی۔۔۔سامان تیار ہے۔"

اس نے موبائل جیب میں ڈالا اور اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

"ٹرک آگیا ہے۔مدد کروادو تھوڑی۔" اس نے شاہزیب کو کہا۔

شاہزیب مسکرا دیا۔

اس نے اسکی مدد لے ہی لی آخر۔ دوست ہوتے ہی اسی لئے ہیں۔

***

یہ شہر سے دور جنگل کے قریب بنی ایک بڑی سی حویلی تھی۔ حویلی کے چاروں اطراف اونچی دیواریں تھیں اور اسکے اندر لان کے درمیان ایک بڑا سی منزل کھڑی تھی۔ دیکھنے میں بہت پہلے تعمیر کی ہوئی لگتی تھی۔ قدم منزل۔

باہری دیواریں سرخ اور سیاہ رنگ کی تھیں۔ بڑی بڑی کھڑکیاں اور عالیشان دروازے۔

"بہت بڑا گھر ہے یار۔" شاہزیب اسکے ساتھ اندر لونگ روم میں داخل ہوا تھا۔ "اتنا بڑا تو لان ہی ہے۔"

لونگ روم بھی باہر کی ہی طرح سرخ، سیاہ اور براؤن رنگ سے سجا ہوا تھا۔

"ہوں۔۔۔" فریاد نے ایک نظر ارد گرد دیکھا۔

ایک دیوار پر ایک پینٹنگ آویزاں تھی۔ پینٹنگ میں ایک شیر ہرن کے بچے کو کاٹ کر کھا رہا تھا۔

دوسری طرف دیکھو تو ایک اور پینٹنگ میں جنگل میں کھڑی ایک عورت دکھائی دے گی۔

لونگ روم میں ایک عجیب قسم کی وائب تھی۔ ایک عجیب قسم کی خاموشی۔

وہی گھر وہی دیواریں جو وہ چار سال پہلے چھوڑ کر گیا تھا۔

"کیسے ہو میرے بچے۔" سیڑھیوں سے ایک بوڑھا شخص نیچے اتر رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں ابا جان۔" وہ بھی قدم قدم چلتا انکی طرف آگیا۔

ابا بھی نیچے اتر چکے تھے۔دونوں گرمجوشی سے گلے لگ گئے۔

شاہزیب ایک طرف کھڑا تھا۔

"چار سال بعد منہ دکھا رہے ہو تم۔"

انہوں نے اسے خود سے الگ کیا۔ "کتنے کمزور ہو گئے ہو۔"

وہ بیک وقت شکوہ اور فکر دونوں کر رہے تھے۔

ابا کافی چست اور تندرست آدمی تھے۔انکے چھوٹے کٹے بال تھے اور چہرے پہ ہلکی ہلکی مونچھیں تھیں۔

"بھائی کہاں ہیں۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے صوفے کی طرف آگئے۔

"بیٹا وہ آج کل شہر رہ رہا ہے۔" ابا اسکے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے۔ "اس نے وہاں شادی کر لی ہے۔مجھے تو اس نے پوچھا بھی نہیں اور شادی جیسا اہم فیصلہ اکیلے ہی کر لیا۔"

ابا کے چہرے پہ مایوسی تھی۔ "ایک تم ہو جس نے چار سال سے اپنے باپ کو ایک کال تک نہیں کی اور ایک وہ ہے جس نے شادی جیسا فیصلہ میرے بنا، مجھ سے پوچھے بغیر کر لیا۔"

فریاد خاموش بیٹھا انکے شکوے شکایتیں سن رہا تھا۔چار سال بعد وہ آیا تھا انکا شکوہ کرنا بنتا تھا۔

"مجھے بھول گئے تھے؟" ابا نے اسے دیکھا۔

"کوئی کسی کو نہیں بھولتا۔۔۔ہم صرف کسی کو یاد کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔"

"یہ لڑکا کون ہے۔" ابا نے شاہزیب کی طرف اشارہ کیا۔

"ابا یہ میرا دوست ہے۔کچھ دن یہیں رہے گا میرے ساتھ۔" فریاد بولا تو شاہزیب بھی اسی طرف آ گیا۔

"کیسے ہیں آپ انکل؟" شاہزیب نے ہاتھ ملانے کی خاطر ہاتھ آگے بڑھایا۔

ابا نے اسکا ہاتھ تھاما۔ "دیکھ ہی رہے ہو بیٹا۔اس بڑی سی حویلی میں میرے اور غلام احمد کے علاوہ کوئی نہیں رہتا۔میں بیٹوں کے بنا بہت اداس سا تھا۔" ابا بولے۔ "اب تم دونوں آ گئے ہو نا رونق ہو جائے گی۔"

شاہزیب کی کوئی غلطی بھی نہ تھی لیکن وہ شرمندہ سا ہو رہا تھا۔

ناجانے کیوں؟

اس حویلی میں صرف دو لوگ رہتے تھے۔ابا جان اور انکا بہت پرانا ملازم غلام احمد۔

"ابا جان چچا غلام نے کمرے صاف کر دیئے کیا؟" فریاد بولا۔

"ہاں بیٹا۔۔۔رکو۔۔۔غلام احمد کدھر ہو؟"

"جی سرکار۔" غلام احمد کچن سے باہر آتا دکھائی دیا۔

غلام احمد بھی ابا کی طرح ہی بوڑھا سا تھا لیکن دبلا پتلا اور گندمی رنگت والا۔

"میں نے کمرے صاف کر دیئے ہیں اور فریاد بیٹا آپ کے کپڑوں والے بیگ کمرے میں رکھ دیئے ہیں اور باقی سامان سٹور روم میں رکھوا دیا ہے۔" وہ تفصیل سے بتانے لگا۔ "اور کھانا تیار ہے۔میں تھوڑی دیر میں لگا دوں گا۔"

"شکریہ چچا۔" فریاد نے ہولے سے کہا۔

غلام احمد واپس کچن کی طرف بڑھ گیا۔

"کھانا لگنے سے پہلے تم دونوں فریش ہو جاؤ۔" ابا نے دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ابا۔۔۔" فریاد نے کہا۔

وہ اور شاہزیب دونوں اٹھے اور ساتھ ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپری منزل پر آ گئے۔

فریاد نے شاہزیب کو اسکا کمرہ دکھایا اور خود اپنے کمرے میں آ گیا۔ (دونوں کے کمرے ذرا فاصلے پر تھے۔)

وہ جانے سے پہلے اسی کمرے میں رہتا تھا۔اس نے کمرے کو غور سے دیکھا۔سب سامان، ہر چیز ویسے ہی تھی جیسی وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

کمرے میں گہرے نیلے رنگ کا وال پیپر لگا ہوا تھا جو کئی جگہوں سے خراب ہو چکا تھا۔

"بہت خوب۔" اس نے ہولے سے مسکرا کر کہا۔

وہ بیگ سے کپڑے نکال کر باتھ روم میں چلا گیا۔وہ نہا کر باہر نکل آیا۔

وہ بنا شرٹ کے، کالے رنگ کی کھلی سی پینٹ پہن کر باہر نکلا تھا۔

اس کے بازوؤں پہ زخموں کے کئی نشان تھے۔ایسے نشان جیسے کسی نے ناخنوں سے نوچا ہو۔اس نے بیگ سے اپنی زخموں والی دوائی نکالی اور زخموں پر لگانے لگا۔

دوائی لگانے کے بعد اس نے کھلی سی شرٹ پہن لی۔

وہ بالوں کو کنگھی کر کے نیچے ڈائننگ روم میں آ گیا۔

چچا غلام احمد کھانا لگا رہے تھے اور ابا سر براہی کرسی پر بیٹھے فریاد اور شاہزیب کا انتظار کر رہے تھے۔

" چچا آپ نے اتنی زیادہ چیزیں کیوں بنا لیں؟" فریاد کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

"بڑے سرکار کا حکم تھا بیٹا۔" انہوں نے ابا جان کی طرف اشارہ کیا۔

" تمہارے آنے کی خوشی میں بنوایا ہے۔ تمہارے سارے پسندیدہ کھانے ہیں۔"

شاہزیب بھی نیچے آ چکا تھا اور بیٹھ بھی چکا تھا۔شاہزیب اور فریاد دونوں آمنے سامنے والی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔فریاد ابا کے دائیں طرف تھا اور شاہزیب بائیں طرف۔

"آج تو مزا آئے گا۔" شاہزیب نے مختلف کھانوں سے سجی میز کو دیکھا۔

وہ کھونے کا شوقین تھا۔

"غلام احمد آ جاؤ۔" ابا نے آواز لگائی۔

چچا کچن سے پانی کا جگ لے کر آ رہے تھے۔

چچا غلام احمد شاہزیب کے ساتھ کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

"شروع کرتے ہیں۔" ابا جان بولے۔

فریاد اور انکے بڑے بیٹے کے یہاں سے جانے کے بعد وہ غلام احمد کے ساتھ بیٹھ کر ہی کھانا کھاتے تھے۔

یہ دیکھ کر فریاد کو ذرا حیرانگی نہیں ہوئی تھی لیکن شاہزیب کافی حیران تھا۔

سب کھانا کھانے لگے اور ابا جان شاہزیب کو اپنی جوانی کا کوئی قصہ سنانے لگے۔

وہ دلچسپی سے سننے لگا۔

فریاد سے زیادہ وہ شاہزیب سے باتیں کر رہے تھے۔

NOVEL IN URDU

***

بہت سال پہلے اس بڑے سے گھر میں بہت سارے لوگ رہتے تھے۔

یہ ایک خوشحال خاندان تھا لیکن ایک رات گھر میں آگ لگ گئی اور سب گھر والے اس میں جل گئے۔ زندہ بچے تو فریاد اسکا بڑا بھائی مراد اور ابا جان۔

مراد ابا جان کی پہلی بیوی کا بیٹا تھا۔ انکی پہلی بیوی اصل میں پہلے سے شادی شدہ تھی اور مراد انکا بیٹا تھا

لیکن انکی تلاق کے بعد ابا نے ان سے شادی کر لی لیکن شادی کے کچھ عرصے بعد ہی انکا انتقال ہو گیا اور ابا نے دوسری شادی کر لی۔فریاد پیدا ہوا اور اسکے بعد فریاد کی دو بہنیں۔

لیکن اس رات نا جانے کیسے آگ لگ گئی اور فریاد کی ماں اور اسکی بہنیں اس آگ میں مر گئیں۔آگ میں مرنے والوں میں چچا غلام احمد کی بیوی اور ایک بیٹا بھی تھا۔

جس وقت آگ لگی فریاد اور مراد گھر سے باہر جنگل میں تھے اور ابا اپنے کسی دوست کے ہاں دعوت پر تھے۔غلام احمد بھی ابا کے ساتھ گیا ہوا تھا۔اس طرح یہ چاروں اس حادثے سے بچ گئے۔

***

رات کے کھانے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔باہر موسم سرد ہو چکا تھا اور جنگل سے پرندوں اور جانوروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

فریاد اپنے کمرے میں بیگ سے کپڑے نکال کر الماری میں لگا رہا تھا۔

اسکے چہرے پر سنجیدگی تھی اور آنکھوں میں اداسی۔

وہ کپڑے لگانے کے بعد اٹھا اور کھڑکی کے پاس آ گیا۔کھڑکی سے جنگل دکھائی دیتا تھا۔ہرا بھرا گھرا جنگل۔

اس نے لکڑی کی کھڑکی کھولی تو سرد ہوا اندر گھس آئی۔

وہ باہر جنگل کی طرف دیکھنے لگا۔

شور تھا لیکن سناٹا تھا۔

وہ واپس مڑا اور بستر پر بیٹھ گیا۔اس نے اپنی شرٹ اتار دی۔اس نے زخموں کو دیکھا۔زخم تازہ لگ رہے تھے۔

وہ گرنے کے انداز میں لیٹ گیا۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

ایک لمحے کے بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو لائٹ بند ہو چکی تھی۔

شاید حویلی کی لائٹ کسی وجی سے بند ہو گئی تھی۔

وہ اٹھا اور شرٹ پہن کر کمرے سے باہر نکل آیا۔راہداری میں اندھیرا تھا۔

وہ شاہزیب کے کمرے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

لیکن عجیب بات یہ تھی کہ نہ اسکے کمرے کا دروازہ نظر آ رہا تھا نہ کوئی اور چیز۔

وہ قدم قدم چلتا آگے بڑھنے لگا۔

وہ چلتا گیا۔دور سے اسے ایک روشنی اسکی طرف آتی دکھائی دی۔

روشنی پل پل قریب آ رہی تھی۔

"فریاد۔۔۔لائٹ کو کیا ہوا؟" یہ شاہزیب تھا۔اسکے ہاتھ میں موم بتی تھی۔

"پتا نہیں۔۔۔بہت عجیب بات ہے۔۔۔میں تمہارے کمرے کی طرف آ رہا تھا لیکن مجھے یوں لگا جیسے میں ایک ہی جگہ تھا سارا ٹائم۔"

"ہیں۔۔۔اچھا نیچے چلو۔۔۔"

وہ دونوں موم بتی کی سنہری روشنی میں سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آ گئے۔

ابا اور چچا غلام احمد اپنے کمروں میں ہی تھے۔شاید سو چکے تھے اس لئے لائٹ جانے سے وہ نیچے نہیں آئے۔

"اس حویلی کے سارے کمرے، ساری جگہ تو یوز نہیں ہوتی۔۔۔ہے نا؟" شاہزیب نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

"ہاں چند کمرے ہی استعمال میں ہیں۔ باقیوں کو لاک لگا دیا گیا ہے۔"

وہ دونوں لونگ روم پہنچ چکے تھے۔

"تم بیٹھو میں حویلی کے پیچھے جا رہا ہوں۔وہاں جنریٹر ہو گا۔۔۔اسے چلا کر آتا ہوں۔" فریاد نے اسکی طرف رخ کیا۔ "میں موبائل کی ٹارچ چلا لیتا ہوں۔"

"میں بھی چلتا ہوں۔۔۔" شاہزیب بولا۔

"اچھا چلو۔"

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کچن کے پچھلے دروازے سے ہو کر حویلی کے پیچھے والے لان میں آ گئے۔

سرد ہوائیں چل رہی تھیں اور جنگل سے جنگلی حیاتیات کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"ہمیں بیسمنٹ میں جانا ہے۔" فریاد بولا۔

"یہاں تہ خانہ بھی ہے؟" شاہزیب حیران ہوا۔

"ہاں چلو۔۔۔"

شاہزیب اسکے پیچھے چلنے لگا۔

اندھیرے میں چلتے ہوئے وہ لان کے آخر میں بنے ایک چھوٹے سے کمرے کے سامنے پہنچ چکے تھے۔

"اوپر کمرے میں پرانا سامان ہے اور نیچے بیسمنٹ میں دو کمرے ہیں۔ایک میں جنریٹر ہو گا۔ چلو!" فریاد نے بتایا۔

"فریاد نے دروازہ کھولا اور اور دونوں اندر گھس گئے۔

" یہاں ایک طرف گیس لیمپ ہو گا۔ موم بتی سے اسے جلا دو۔" شاہزیب نے ایک طرف ٹارچ سے اشارہ کیا۔

"اچھا۔"

شاہزیب نے لیمپ میں موم بتی کی شمع سے آگ لگا دی۔

کمرہ سرخ روشنی سے چمکا۔

روشنی ہو گئی۔

کمرے میں پرانا فرنیچر اور پرانی اخبار پڑی ہوئی تھی۔ ہر چیز پہ دھول کی موٹی تہہ چھڑی ہوئی تھی۔

"اس طرف نیچے جانے کی سڑھیاں ہیں۔"

شاہزیب نے زمین میں لگے دروازے کو کھولا۔

دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئے۔

"بہت عجیب بو ہے یہاں۔"

"ہاں۔۔۔ جلدی سے جنریٹر آن کرتے ہیں۔" فریاد بولا اور دائیں طرف والے دروازے کی طرف بڑھا۔

NOVEL IN URDU

"اس کمرے میں کیا ہے؟"

"حویلی میں آگ لگنے کے بعد ابا نے اس کمرے کو بند کروا دیا تھا۔ پتا نہیں کیا ہے اس میں۔۔۔ یہ تب سے بند ہی ہے۔"

"کھولیں اسے؟" تجسّس کے ہاتھوں مجبور شاہزیب نے کہا۔ "دیکھتے ہیں کیا ہے اس میں۔۔۔"

"نہیں شاہزیب۔۔۔" فریاد چِڑ کر بولا۔ "جنریٹر اس کمرے میں ہے۔"

اس نے دروازے کی چٹکی کھول دی اور اندر گھس گیا۔

شاہزیب بھی منہ بنا کر اسکے پیچھے چل دیا۔

***

جنریٹر آن کرنے کے بعد وہ واپس حویلی میں آ گئے۔ گھڑی رات کے بارہ بجا رہی تھی اور باہر موسم مزید سرد ہو رہا تھا۔

"مجھے بہت نیند آ رہی ہے میں چلا سونے۔" فریاد بولا تھا۔

"اچھا چلو پھر۔۔۔" شاہزیب نے ہولے سے کہا۔

دونوں اپنے کمروں میں چلے گئے۔

***

NOVEL IN URDU

اگلی صبح ناشتے کی میز پر سب لوگ تھے سوائے شاہزیب کے۔

"بیٹا آپکا دوست نہیں آیا۔ جاؤ دیکھو اسے۔" ابا بولے۔

"میں دیکھتا ہوں۔ آپ شروع کریں۔" فریاد بولا اور اٹھا۔

وہ تیز تیز چلتا ہوا اسکے کمرے تک آیا اور دروازے پر دستک دی۔

اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔

اس نے پھر دستک تھی۔

جواب نہ آیا۔

اس نے تیسری بار زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔

اس بار دروازہ کھل گیا۔

"کیا ہوا۔۔" شاہزیب سامنے کھڑا تھا۔

چہرے سے بیمار لگ رہا تھا۔آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے آگئے تھے اور آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

"شاہ تم ٹھیک ہو نا۔۔۔مجھے لگ نہیں رہا۔۔اندر چلو۔" وہ اس کے ساتھ اندر آگیا۔ "بخار ہو گیا؟"

"پتا نہیں۔۔۔وہ رات کو۔۔۔" وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔

"تم لیٹ جاؤ۔" فریاد نے اسے بستر پر لٹا دیا۔ "میں چچا سے کہہ کر ڈاکٹر کو بلواتا ہوں۔"

فریاد اسے لٹا کر نیچے آیا۔

"ابا وہ۔۔۔"

"انکل کیسے ہیں آپ؟" وہ شاہزیب کے متعلق بتانے ہی والا تھا کہ اسکی تندرست آواز فریاد کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

وہ پیچھے مڑا۔

شاہزیب بلکل تندرست لگ رہا تھا۔آنکھیں بھی سرخ نہیں تھیں نہ سیاہ حلقے تھے۔

"شاہزیب تم۔۔۔" وہ بولتے بولتے رک گیا۔

شاید وہ وہم تھا۔شاید وہ ٹھیک تھا اور اسے لگا وہ ٹھیک نہیں۔

اس نے اپنے دماغ کو سمجھایا اور کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

شاہزیب سامنے والی کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

"انکل مجھے آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔" وہ ہچکچاتا ہوا بولا۔

"بولو میں سن رہا ہوں۔"

"تہ خانے کے اس بند دروازے کے پار کیا ہے؟"

فریاد نے اسے چونک کر دیکھا۔
پھر حیرانگی سے۔

اس نے کل اسے بتایا بھی تھا کہ وہ کمرہ بند رہتا ہے لیکن اس نے پھر ان سے پوچھ لیا تھا۔

اب یقیناً ابا اسے ڈانٹے گیں۔

"بیٹا اس کمرے میں سوائے پرانے سامان کے کچھ نہیں ہے۔" ابا نے فریاد کی توقع کے خلاف سکون سے جواب دیا تھا۔

"او اچھا۔" شاہزیب نے اپنی پلیٹ میں انڈہ ڈالا۔

سب کھانا کھانے لگے۔

***

فریاد اور شاہزیب دنوں لان میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ موسم پیارا سا تھا۔

"تم نے ابا سے اس کمرے کا ذکر کیوں کیا؟"

"ویسے ہی یار۔"

"آئیندہ مت کرنا۔" فریاد نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں کروں گا۔"

وہ چلتے ہوئے لان میں رکھی کرسیوں پر آ کر بیٹھ گئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔

شاہزیب اور فریاد کے دوستی چند برس پہلے ہی ہوئی تھی۔ وہ دونوں آفس کولیگ تھے اور پھر انکو ایک پروجیکٹ میں ساتھ کام کرنے کا موقع ملا اور ساتھ کام کرتے ہوئے انکی اچھی دوستی ہو گئی۔

"تم ٹھیک ہو؟ مطلب تمہاری طبعیت ٹھیک ہے نا۔" فریاد نے لاشعوری طور پر پوچھا۔

اس نے اسے اسکے کمرے میں بیمار سا دیکھا تھا اور دوسرے ہی پل وہ چست سا اسکے سامنے ناشتے کی میز پر بیٹھا تھا۔

NOVEL IN URDU

"ہم جنگل کی سیر کرنے چلیں؟" شاہزیب نے اسکے سوال کو نظرانداز کر دیا۔

"ہاں۔۔۔ ضرور۔۔۔" اس نے سوچتے ہوئے ہامی بھری۔

وہ دونوں حویلی کے سائیڈ گیٹ سے نکل کر باہر جنگل کی طرف آ گئے۔

یہ گھنا گہرا جنگل تھا۔اونچے اونچے گھنے سر سبز درخت۔

شاہزیب اسکے آگے چل رہا تھااور وہ گہری سوچ میں گم اسکے پیچھے دھیرے دھیرے چل رہا تھا۔

"میں اس کمرے میں گیا تھا۔۔۔تہ خانے والے اس بند کمرے میں۔" اس نے بنا مڑے کہا۔

"وہاں۔۔۔۔"

"واٹ !کب۔۔۔" فریاد اس انکشاف پر بے حد حیران ہوا تھا۔

اس کے منع کرنے کے باوجود وہ اس بند کمرے میں گیا تھا لیکن کب؟

"کل رات گیا تھا۔" وہ ابھی تک سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔

"شاہزیب میں نے منع کیا تھا۔کیوں گئے تھے؟"

" تجسّس کے ہاتھوں مجبور ہو کر گیا تھا۔کل رات کمرے میں آنے کے بعد مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔میں نے سونے کی بہت کوشش کی لیکن بار بار دھیان اس بند دروازے کی طرف جا رہا تھا۔" وہ فریاد کی طرف گھوما۔" میں نے تالے کو توڑا اور جب میں نے دروازہ کھولا۔۔۔۔" وہ ڈرامائی انداز میں ایک پل کیلئے رکا۔ "اس کمرے میں ایک لکڑی کا ڈبہ تھا۔ تقریباً دو فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا۔"

"تم نے کہیں اسے کھولا تو نہیں؟" فریاد کے منہ پر پریشانی اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"اس باکس پر بھی ایک تالا لگا ہوا تھا اور تالے کے اوپر کالا دھاگہ لپٹا ہوا تھا۔"

"تم نے اسے کھولا نہیں۔۔۔۔ہے نا؟" فریاد کی آنکھوں میں خوف تھا۔

***

کل رات تقریباً دو بجے شاہزیب اپنے بستر میں لیٹا بار بار کروٹیں بدل رہا تھا۔ بار بار آنکھیں کھول لیتا اور گہری سانس لیتا۔

باہر موسم سرد سا تھا اور جنگل بھی بلکل خاموش تھا۔ یہ خاموشی طوفان آنے سے پہلے والی خاموشی تھی۔ گھڑی کی سوئی ٹک ٹک کر رہی تھی اور اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

دھک دھک۔

وہ وقتاً بستر کو ایک طرف کر کے بیڈ سے اترا اور کھڑکی کے پاس چلا آیا۔

اس نے کھڑکی کا پردہ ایک طرف کیا اور کھڑکی کھول کر باہر جھانکنے لگا۔

"میں وہ دروازہ کھولنے جا رہا ہوں۔" وہ آخر تہ خانے میں جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

یہ تجسّس بھی نا کیا کیا کروا دیتا ہے انسان سے۔ انسان کی فطرت ہی ایسی ہے۔ تجسّس کی خاطر کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔

وہ کمرے سے نکل کر باہر راہداری میں آ گیا۔

"شاہزیب کو بھی لے جاؤ کیا ساتھ؟" اس نے خود کلامی کی۔ "نہیں۔۔۔ نہیں وہ کبھی بھی اسے کمرے کو نہیں کھولے گا۔۔۔اور نہ مجھے کھولنے دے گا۔"

وہ سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آ گیا۔

لونگ روم کی دیوار پر، جنگل میں کھڑی عورت والی پینٹنگ کے نیچے رکھی میز پر ایک لالٹین پڑی ہوئی تھی۔

اس نے وہ اٹھالی اور کچن کی طرف چل دیا۔اس نے ماچس سے لالٹین کو جلایا اور پچھلے دروازے سے باہر لان میں آ گیا۔

اسکا رخ تہ خانے کی طرف تھا۔

وہ لالٹین کی سرخ روشنی میں قدم قدم چلتا ہوا تہ خانے تک پہنچ چکا تھا۔

وہ سٹور روم عبور کر کے نیچے تہ خانے میں پہنچا تو ایک دروازے پر تالا اور دوسرے پر کنڈی لگی ہوئی تھی۔

اس نے آس پاس دیکھا۔

وہاں ایک طرف کلہاڑی پڑی ہوئی تھی۔

اس نے وہ کلہاڑی اٹھائی اور پورے زور سے تالے پر دے ماری۔

ٹھک۔

تالا ٹوٹ کر نیچے گرا۔

اس نے کنڈی کھولی اور دروازہ زن کے آواز سے کھلتا چلا گیا۔

کمرے میں اندھیرا تھا۔ عجیب سی بو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔

***

"تم نے اسے نہیں کھولا ہے نا؟" فریاد نے اسکا کندھا جھنجھوڑ کر پوچھا۔

وہ بت بنا کھڑا تھا۔

"میں نے اسے۔۔۔"

"بولو بھی!" فریاد غصے سے چیخا۔

شاہزیب کی آنکھیں سرخ سی ہو گئی تھیں اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے سے بن گئے تھے۔

"تمہارا دوست مرنے والا ہے!" شاہزیب کے لب ہلے لیکن یہ آواز اسکی نہیں تھی۔

فریاد کی آنکھوں میں دہشت ناچنے لگی۔

"تم نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا!" فریاد چیخا۔

کچھ غلط ہو چکا تھا لیکن کیسے؟

***

دروازہ کھلااور عجیب سی بو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔

اس نے لالٹین دروازے کے پار کی۔

کمرہ روشن ہوا۔

مکڑیوں کے جالے اور دھول مٹی۔

کمرے کے بلکل درمیان میں دو فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا سرخ لکڑی کا ایک باکس تھا۔

اس نے کمرے میں قدم رکھا۔کمرے میں ایک عجیب قسم کی وائب تھی۔

عجیب اور انجان سی کشش۔

وہ باکس کے قریب چلا آیا۔

باکس پر عجیب قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔شاید اس پر کسی عورت کی کہانی بنی ہوئی تھی۔

ایک عورت جسکا بچہ مر گیا۔ایک بچہ جسکی ماں اس سے بچھڑ گئی۔

"کھولو۔۔۔"شاہزیب کو یوں لگا جیسے باکس سے اسے کسی کی آواز آئی ہے۔

اس نے کان باکس کے قریب کیا۔

کوئی آواز نہ آئی۔

اس نے کان پیچھا کیا اور باکس پر لالٹین سے روشنی ڈالی۔

"مجھے آزاد کر دو۔" دوبارہ ایک دھیمی سی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

اس نے جھک کر کان باکس کے قریب کیا۔

"مجھے آزاد کر دو۔" ایک کانپتی ہوئی آواز اسے سنائی دی۔

وہ ایک دم اچھل کر پیچھے ہوا۔

وہ کمرے سے نکل جانا چاہتا تھا لیکن اسے یوں لگا جیسے وہ باکس اسے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

اس نے باکس کو غور سے دیکھا۔

اس پر تالا لگا تھا اور تالے پر سیاہ دھاگہ لپٹا ہوا تھا۔

اس نے لالٹین ڈبے کے اوپر رکھی اور تالے سے دھاگہ اتارنے لگا۔

"مجھے تمہیں شکریہ کہنا ہو گا۔" اس بار آواز صاف سنائی دی تھی۔

یہ آواز کسی عورت کی تھی۔

اس نے زور لگا کر تالا توڑنے کی کوشش کی۔

ٹرکِٹ۔

زنگ کی وجہ سے تالا کچا ہو کر ٹوٹ گیا۔

اس نے باکس کھول دیا۔

NOVEL IN URDU

گندی بو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی۔اس نے فوراً اسے دوبارہ بند کر دیا۔

"شکریہ۔۔۔ لیکن مجھے تمہارے جسم میں پناہ لینی ہو گی۔۔۔"ایک صاف زنانہ آواز اسے سنائی دی۔

دوسرے ہی پل وہ زمین پر گر گیا اور تڑپنے لگا۔یوں جیسے بنا پانی کے بے چاری مچھلی تڑپتی ہے۔

***

"میں آزاد ہوں۔"شاہزیب کے لب ہلے لیکن آواز زنانہ تھی۔

فریاد نے تیزی سے اسے دھکا دیا اور وہاں سے بھاگ کر حویلی آ گیا۔

اس کی سانس پھول چکی بھی اور دل زور زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔

اسکی آنکھوں میں خوف تھا اور ماتھے پر لکیریں۔

"یہ تم نے کیا کر دیا شاہزیب۔"

***

شاہزیب جنگل میں کھڑا تھا۔اسکی آنکھیں پہلے جیسی نہیں تھی۔آنکھوں کی سفیدی سرخ ہو چکی تھی۔

وہ قدم قدم چلتا حویلی کی طرف جانے لگا۔

اسکے ہاتھوں کی انگلیاں آگے سے کالی ہو چکی تھیں اور اسکی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے سے بن گئے تھے۔

"میں آزاد ہوں۔میں بچے ہوئے لوگوں کو بھی مار دونگی۔" شاہزیب کے منہ سے زنانہ آواز نکل رہی تھی۔

وہ تیز تیز چلتا ہوا صدر دروازے تک آ گیا۔

آسمان پر کالے طوفانی بادل چھانے لگے۔طوفان آنے والا تھا۔

***

فریاد بھاگتا ہوا ابا کے کمرے پہنچا۔اس نے دھڑام سے دروازے کھولا اور اندر گھس آیا۔

"ابا۔۔۔شاہ۔۔۔شاہزیب نے وہ ڈبہ، وہ تجوری کھولی دی۔۔۔" وہ ہانپتے ہوئے بولا۔ "وہ میرے دوست کے اندر ہے۔۔۔ابا اسے بچا لیں۔"

"کیا!" ابا ایک دم کھڑے ہو گئے۔"اس نے وہ دروازہ کب کھولا۔"

"ابا وہ رات گیا تھا نیچے۔۔۔تب کھولا اس نے۔"

وہ اپنی سانس ہموار کرتا ہوا بولا۔ "ابا میری مدد کریں۔"

"غلام احمد!" ابا نے آواز لگائی۔

چچا غلام بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

"ہمیں دوبارہ اسے قید کرنا ہو گا۔"

NOVEL IN URDU

"وہ پہلے جیسی نہیں ہو گی۔۔۔اتنے سالوں میں اسکی طاقت بڑھ چکی ہو گی۔" چچا کے چہرے پر فکر تھی۔

"ہم کیسے کریں گیں؟"

***

شاہزیب کسی مشین کی طرح چلتا ہوا کچن تک پہنچا اور اس نے گیس آن کر دی۔

"اس بار سب جلیں گیں۔" وہی زنانہ آواز۔

وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ جانوروں کی طرح وہ تیز تیز دوڑنے لگا۔ ہاتھوں اور پیروں سے۔ کسی بھیڑیے کی طرح۔

اسکا رخ اوپری منزل پر تھا۔

وہ ابا کے کمرے کے سامنے رک گیا۔ کھڑا ہوا اور دروازے پہ بڑے سکون سے دستک دینے لگا۔

"دروازہ کھولو فریاد۔۔۔" اس بار شاہزیب کی اپنی آواز نکلی تھی۔

"مجھے کچھ بات کرنی ہے۔"

اس نے دستک دی۔

جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ دروازہ پیٹنے لگا۔

"دروازہ کھولو۔۔۔" اس بار وہی زنانہ آواز سنائی دی۔

آواز پوری حویلی میں گونجی تھی۔

اس نے دروازہ پیٹنا جاری رکھا۔اچانک دروازہ کھلا اور فریاد نے ہاتھ میں پکڑا ڈنڈا اس کے سر پر دے مارا۔

شاہزیب بے ہوش ہر کر وہیں گر گیا۔

***

شاہزیب کے جسم کو کرسی پر باندھ دیا گیا تھا۔اس کے پیچھے وہی لکڑی کا باکس ویسے ہی کھلے منہ کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔

اسکے سر کے عین اوپر ایک بلب لٹک رہا تھا جس سے سرخ سی روشنی پھوٹ رہی تھی۔

باہر آسمان سے بارش برس رہی تھی اور درختوں اور زمین پر گر رہی تھی۔

فریاد نے پانی کے چھینٹے شاہزیب کے منہ پر مارے۔اسے ہوش آنے لگی۔

اس کمرے میں چار لوگ تھے۔

ابا ایک طرف کھڑے تھے اور فریاد شاہزیب کے بلکل سامنے اور چچا غلام احمد ایک طرف کھڑے تھے۔

چچا کے ہاتھ میں ایک بڑا سا جار تھا۔شاہزیب کے ہوش میں آتے ہی انہوں نے جار کھولا اور اس میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا۔

نمک۔

جار میں نمک تھا۔انہوں نے مٹھی بھر نمک نکالا اور شاہزیب کے سر پر ڈالنے لگے۔ جیسے پانی ڈال رہے ہو۔

"اس سے کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے نمک سے ڈر نہیں لگتا۔" شاہزیب کے لب ہلے لیکن آواز زنانہ سنائی دی تھی۔

"تم واپس کیوں آئی ہو؟" فریاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں یہاں آئی ہوں اپنا بچہ لینے۔۔۔مجھے میرا بچہ چاہیے۔"

"لیکن یہاں کوئی بچہ نہیں ہے۔" ابا بولے۔ "تم یہاں سے چلی جاؤ۔"

"سالوں پہلے میرا بچہ اس حویلی میں آیا تھا۔اسے تم لوگوں نے مار دیا اور اسے حویلی کے پیچھے جلا دیا تھا۔"

NOVEL IN URDU

"ہم نے نہیں مارا تھا۔" ابا چلائے۔

"ابا یہ کیا کہہ رہی ہے؟" فریاد نے حیرانگی سے ابا کو دیکھا۔

"بیٹا وہ غلطی سے مرا تھا۔"

فریاد حیرانگی سے ابا کو کبھی چچا غلام احمد کو دیکھ رہا تھا۔

اچانک شاہزیب کا جسم کانپنے لگا۔بہت تیزی سے تڑپنے لگا۔

اسکی آنکھوں سے خون بہنے لگا۔سرخ روشنی میں اسکا سفید چہرہ خون سے سرخ ہونے لگا تھا۔

اس نے اپنی زبان باہر نکالی اور منہ سے خون بہنے لگا۔

جسم پہلے کی ہی طرح تڑپ رہا تھا۔

"وہ حویلی میں آیا تھا پھول توڑنے اور جب غلام نے اسے دیکھا تو وہ جنگل کی طرف بھاگ گیا اور بھاگتے بھاگتے وہ جنگل میں پڑی ہماری کلہاڑی پر گر گیا۔

اس کا سر پھٹ گیا اور اسکی موت ہو گئی۔"

"تم نے مارا میرا بچہ۔۔۔" شاہزیب کے جسم سے اب بھاری سی خوفناک آواز نکلی تھی۔

وہ گلا پھاڑ کر چیخنے لگا۔

"ابا۔۔۔ میرے دوست کو بچالیں۔" فریاد نے جیسے التجا کی تھی۔

شاہزیب کا جسم کانپ رہا تھا۔وہ کرسی کو ہلا رہا تھا۔رسیاں کھلنے لگیں۔

رسیاں کھل گئیں اور اسنے ابا کے اوپر چھلانگ لگا دی۔

باہر بادل گرجے۔

"چھوڑ دو انہیں۔" چچا غلام اسکی طرف لپکا لیکن اس نے انہیں بازو مار کر پیچھے اچھالا اور زمین پر گر گئے۔

وہ بے ہوش ہو چکے تھے۔

وہ ابا کا گلا دبا رہا تھا۔پورے زور سے۔

ابا کی سانس پھولنے لگی اور گردن سرخ ہونے لگی۔وہ اسے ہاتھ مار مار کر روکنے کی کوشش کرنے لگے۔

اسکا چہرہ بدلنے لگا۔اسکے نوکیلے دانت نکل آئے اور آنکھیں اندر سے پوری سیاہ ہو گئیں تھیں۔

اسکے ناخن لمبے اور نوکیلے ہو گئے تھے۔

"شاہزیب۔۔۔پلیز۔۔۔"فریاد نے اسے کندھے سے پکڑ کر پیچھے کرنا چاہا۔

اس نے فریاد کو ایک طرف دھکیل دیا۔

فریاد دیوار میں جالگا۔اسکے بازو پر چھوٹ لگی اور زخم تازے ہو گئے۔

وہ گلا دباتا رہا۔ابا کی سانسیں اور دم ختم ہونے لگا۔

ایک

دو

تین

دل کی دھڑکن رک گئی۔

شاہزیب ابا کا گلا دبا کر انہیں موت کے گھاٹ اتار چکا تھا۔

شاہزیب نے ایک طرف رکھی لالٹین اٹھائی اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

اس نے تہ خانے کے کمرے کو کنڈی لگا دی۔

اسکی آنکھیں جانوروں کی طرح ہو گئی تھیں۔اسکا رخ کچن کی طرف تھا۔

کچن میں پہنچا اور اس نے کچن میں آکر لالٹین کو اچھال کر زمین پر دے مارا۔

دھماکہ ہوا۔

وہ بھی اس دھماکہ میں جل گیا۔اسکے جسم کے کئی ٹکرے ہو گئے۔

کچن اور آس پاس کی جگہ تباہ ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے حویلی میں آگ لگ گئی۔

تہ خانے تک بھی آگ پہنچ چکی تھی۔

***

بہت سال پہلے

"وہ بچہ۔۔۔وہ۔۔۔سرکار۔۔۔وہ مر گیا۔۔۔" چچا غلام ہانپتا ہوا ابا کے پاس آیا تھا۔

ابا کے ماتھے پر لکیریں ابھریں۔

"اسے جلا دو۔۔۔اسکے گاؤں والوں کو اس بات کی خبر نہ لگے۔"

ابا نے بے حسی سے کہا۔

چچا غلام نے اسے جنگل میں ہی آگ لگا دی۔جنگل میں لگی آگ کا گاؤں والوں کو بھی پتا چل گیا۔

اور جب وہ بچہ گاؤں والوں کی نظر میں لاپتہ ہو گیا تو اسکی ماں نے خودکشی کر لی۔

NOVEL IN URDU

وہ بچہ صرف بارہ سال کا تھا۔بے چارہ بچہ۔

***

حویلی میں آگ لگ گئی۔

ہر طرف آگ۔

اسی طرح جس طرح اس روز اس بچے کے جسم کو لگی تھی۔

اسی طرح ہی سرخ آگ۔

سب جل گیا۔

سب فنا ہو گیا۔

سب مر گئے۔

NOVEL IN URDU

باقی رہ گئے تو کچھ بند دروازے اور انکے پیچھے چھپے گہرے کالے راز۔

وہ راز، وہ کہانیاں سب اس آگ میں جل کر راکھ ہو رہے تھے۔

***

ختم شُد۔۔۔۔۔۔